تاریخی اعتراضات :

قارئین !منکرِ حدیث صاحب نے صحیح بخاری کی اتفاقی طور پر صحیح احادیث پردو تاریخی اعتراضات کیے ہیں ، لیکن یہ اعتراضات بھی ان کے حدیث فہمی میں بری طرح فیل ہونے پر برہانِ عظیم ہیں ، آئیے اس کا فیصلہ آپ ہی سے کرواتے ہیں :

اعتراض نمبر 1 : ''بریرہ خادمہ rکا ذکر اس داستان میں اس کے سرتاپا جھوٹ ہونے کی واضح دلیل ہے ، کیونکہ بریرہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی آزاد کردہ کنیز تھی ، ام المؤمنین نے اس کو فتح مکہ کے بعد خریدا اور آزاد فرما دیا تھا ۔۔۔۔

حضورِ اکرم eکے چچا حضرت عباس tبھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ فتح مکہ کے بعد ہی مدینہ میں منتقل ہوئے تھے ۔۔۔۔الغرض بریرۃ کا ام المومنین rکی خدمت میں رہنا یقینا فتح مکہ کے بعد کی بات ہے اور حضرت ام المومنین rپر بہتان لگنے کا واقعہ غزوہئ بنی المصطلق کے بعد بتایا جاتا ہے ، اس وقت تو بریرہ ام المومنین کی خدمت میں آئی ہی نہ تھیں ، لا محالہ یہ غلط ہے ، آزادی کے بعد ہی بریرۃ کو خیارِ عتق (آزادی کے بعد لونڈی کو غلام خاوند کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار)حاصل ہوا ہے ، تب ہی اس کے شوہر کو بے تابی لاحق ہوئی ہے اور ان دونوں کا متضاد حال دیکھ کر حضورِ اکر م eنے اپنے چچا حضرت عباس tسے کہا :

ألا تعجب من حبّ مغيث بريرہ ، ومن بغض بريرۃ مغيثاً ؟(کیا آپ بریرہ سے مغیث کی محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر تعجب نہیں کرتے ؟)

اور تبھی حضرت عبداللہ بن عباس wنے بچشمِ خود مغیث کا بریرۃ کے پیچھے روتے ہوئے پھرنا دیکھا ہے ۔

اور تمام محدثین و مؤ رخین قطعاً اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عباس اور ان کے اہل وعیال فتح مکہ کے بعد ہی مدینہ منتقل ہوئے ہیں ، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ اس داستان میں بریرہ کا ذکر قطعاً غلط ہے اور یہ غلط حضرت ام المومنین کی بیان کردہ نہیں ہے ، یقینا یہ غپ شپ کچھ لوگوں نے وضع کرکے ام المومنین کی طرف منسوب کر دی ہے ، اس داستان کے مصنف کو یہ تو معلوم تھا کہ بریرۃ نام کی ایک باندی حضور اکرم eکے گھر حضرت عائشہ کی خدمت میں رہتی تھی ، مگر اسے بحمد اللہ اس کا پتہ نہ تھا کہ وہ کس سنہ میں اور کب ام المومنین کی خدمت میں آئی تھی ، پس افسانہ مکمل کرنے کے لیے اس نے اس میں بریرۃ کا اور اس سے پوچھ گچھ کیے جانے کا ذکر تراش کر پیوند کر دیا ۔اگر اسے یہ بات معلوم ہوتی تو وہ اس کا ذکر ہی نہ کرتا ، حیرت اس پر ہے کہ محققین حتی کہ امام بخاری a جیسے حضرات کو بھی اس پر تنبہ نہ ہوا ۔''(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ١/١٥٦۔١٥٨)

1 K : جناب نے یہ اعتراض کرکے اپنی عقل اور اپنے علم دونوں کا جنازہ اکٹھا ہی نکال دیا ہے، عقل کا تو اس طرح کہ وہ خود لکھ چکے ہیںکہ ''پس بے شک عروہ نے حضرت عائشہ rپر بہتان لگنے والی داستان سنی تھی ۔۔۔۔''(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ١/١٧٧)

قارئین کرام !ان کی عقل تو ٹھکانے آنے سے رہی ، اللہ کے لیے آپ ہی سوچیں کہ اس حدیث میں بریرۃ rکے تذکرہ کا صحیح یا غلط ہونا اس دور کے لوگوں کو زیادہ معلوم تھا یا ''دروغ گو را حافظہ نہ باشد'' کی عملی تصویر بن کر چودہ سو سال بعد آنے والے شخص کو ؟اگر یہ غلط ہوتا تو کیا عروہ aجو کہ ام المومنین سیدہ عائشہ rکے بھانجے تھے ، ان کو اور اسی طرح دوسرے تمام راویوں کو یہ معلوم نہ ہوتا ؟ یقینا یہ اعتراض کوئی عقل سے پیدل شخص ہی کر سکتا ہے ۔

2 جہاں تک علم کاتعلق ہے تو وہ ان کے قریب سے بھی نہیں گزرا ، کیونکہ خود محدثین کرام نے حدیثِ افک کے بارے میں بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اس اشکال کا ازالہ کر کے وضاحت کر دی ہے ، کاش حضرت صاحب صحیح بخاری کو سمجھنے کی کوشش کرتے ، لیکن جب آدمی کے قلب و ذہن میں انکارِ حدیث کا فتور ڈیرا ڈال لے تو پھر وہاں فہمِ حدیث کو کب جگہ ملتی ہے ؟

n حافظ ابنِ حجر aلکھتے ہیں : وقد قيل انّ تسميتها هنا وہم ، لأنّ قصّتها كانت بعد فتح مكہ ۔۔۔۔۔وقد أجاب غيرہ بأنّها كانت تخدم عائشۃ بالأجرۃ ، وهى فى رقّ مواليها قبل وقوع قصّتها فى المكاتبۃ ۔

''(اعتراض کرتے ہوئے یہ) کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں اس (بریرہ)کا نام لینا (راوی

کا)وم ، کیونک اس کا (آزادی والا)قص فتح مک ک بعد کا بلاشب ان ک
علاو (دوسر محدثین)ن (اس اعتراض کا)ی جواب دیا ک بریرۃ rاپن مکاتبت وال
قص ک رونما ون س پل ، جبک ابھی اپن مالکوں کی غلامی میںتھیں ، اجرت پر سید
عائش rکی خدمت کرتی تھیں ''(فتح الباری : ٨/٤٦٩)
معلوم وا ک محدثین ن صدیوں پل اس اعتراض کا جواب د دیا تھا ،لیکن منکرینِ حدیث
ن اپنی جالتِ مطلق کا پورا پورا ثبوت دیت وئ اس کو درایا ، لٰذا ان کو امام
بخاری aپر حیرت کرن کی بجائ اپنی ب عقلی ولاعلمی پر حیرت کرنی چاۓ
جن علمائ امت ن اس اشکال کو دور کیا ، ان میں س چند ایک ک الفاظ ملاحظ وں
:
n علام تقی الدین سُبکی(٦٨٣٧٥٦ھ)فرمات یں : انها کانت تخدم عائش قبل شرائها
''و (بریر r)ان (سید عائش r)ک خریدنۃ س پل ان کی خدمت کرتی تھیں ''(فتح
الباری : ٩/٤٠٩)
n علام محمد بن عبدالباقی الزرقانی (م١١٢٢ھ)لکھت یں : وکانت تخدم عائش قبل
أن تعتق ، کما فی حدیث الافک ''و (بریر r)آزادی پان س پل ی سید عائش rکی
خدمت میں رتی تھیں ، جیسا ک حدیثِ افک میں (ان کا ذکر موجود) ''(شرح
الزرقانی علی الموطأ : ٤/١١٢)
n خود حافظ ابنِ حجر aلکھت یں : وکانت تخدم عائش قبل أن تعتق
''و (بریر r)آزاد ون س پل ی سید عائش rکی خدمت کرتی تھیں ''(فتح الباری:
٥/١٨٨)
n ملا علی قاری حنفی aلکھت یں : وأمّا ذکرها فی قصّ الافک مع تقدّمها فوجّ بأنّها
کانت تخدم عائش قبل شرائها ''راان(بریرۃ r)کا واقع افک میں ذکر آنا ،حالانک
و واقع پل رونما و چکا تھا تو اس کی وج ی بتائی گئی ک بریر rسید عائش
rک خریدن س پل بھی ان کی خدمت میں رتی تھیں ''(مرقا المفاتیح : ١٠/١٣٩)
n علام محمد عبدالرحمن مبارکپوری (تحف الاحوذی : ٤/٣٩٠)، علام عبیدالل مبارکپوری
(مرعا المفاتیح : ٦/٢١٨) وغیرما Sن بھی یی جواب ذکر کر ک صحیح بخاری کی حدیثِ
افک کا دفاع کیا
اب قارئین ی فیصل فرمائیں ک بتصریحِ محدثین خادم بریر rکا واقع افک میں تذکر
اس حدیث کی صحت میں کوئی شب پیدا نیں کرتا ، بلک منکرینِ حدیث کا ی اعتراض خود
ان ک علم و عقل پرزبردست طمانچ جو قیامت تک ان کی رسوائی کا باعث بنتا ر
گا ، کیونک بریر rکوسید عائش rکا بعد میں آزاد کرنا عقلِ سلیم ک مطابق اس بات ک
بالکل منافی نیں ک و پل بھی آپ rکی خدمت کرتی وں
اعتراض نمبر 2 : ''اس داستان میں حضرت سعد بن معاذ tکا ذکر ونا اس ک قطعی
جھوٹ ون کی نایت واضح وقطعی دلیل ، اس لی ک تمام مؤرخین اس پر متفق یں
ک غزو ئ بنی مصطلق جس غزو المریسیع بھی کا جاتا ، غزوئ احزاب ک تقریباً
نو ما بعد وا اور زری کی داستان میں ی ک حضرت ام المؤمنین پر افک
وبتان لگن کا قص غزوئ بنی مصطلق س واپسی میں پیش آیا تھااسی پر تمام
مؤرخین ن اعتماد کیا اور ناظرین کو معلوم وگا اور معلوم نیں تو و جانا چاۓ
ک حضرت سعد بن معاذ tغزوئ بنی مصطلق ک وقت اس عالم میں تھ ی نیں ،
کیونک ان کی وفات غزوئ احزاب س تقریباً چالیس دن بعد وئی ، جنگِ احزاب میں
ان کی رگِ اکحل میں کسی مشرک کا تیر لگ گیا تھابنی قریظ کی مم ختم وت ی
رات کو زخم کا من کھل گیا اور جسم س خون نچڑ نچڑ کر ب گیا اور وفات و گئی
اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ، خود ام المؤمنین حضرت عائش rن حضرت سعد بن
معاذ tکی وفات کا پورا قص بیان کیا ، امام بخاری aن اس کی تین جگ تخریج فرمائی
 جب ک خود حضرت عائش rن ی تصریح فرمائی ک سعد بن معاذ tن بنی
قریظ ک بعد متصلاً وفات پائی تو خود وی کیس ی بیان کر سکتی تھیں ک نو دس
ما بعد سعد بن معاذ ن مسجد ک اندر بھر مجمع میں حضور اکرم eس عرض کیا
تھا ؟ی اشکال نایت واضح اور سخت حیرت ک محقق محدثین و مؤرخین حتی
ک امام بخاری جیس شخص کا ذن بھی اس کی طر ف ملتفت ن وا ''(صحیح
بخاری کا مطالع'' : ١/١٦٠١٦٢)

1 : K جھوٹ کی رسیامنکرِ حدیث صاحب حدیث ِ رسول کو(معاذاللہ) جھوٹ ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں، ان کا یہ کہنا کہ تمام مؤرخین غزوۂ بنی المصطلق کے غزوۂ احزاب کے بعدرونما ہونے پر متفق ہیں ، ایسا کالا جھوٹ ہے ، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ئ نبوت ، کیونکہ :

n امام موسیٰ بن عقبہ a(م۱٤۱ھ)کے بقول غزوۂ بنی المصطلق غزوۂ احزاب سے پہلے کا ہے ۔

(تغلیق التعلیق لابن حجر : ٤/۱۲۳، وسندہ، حسن)

n مغازی کے ماہر ابو معشر المدنی (م۱۷۰ھ)نے غزوۂ بنی المصطلق کو پہلے اور غزوۂ احزاب کو بعد میں ذکر کیا ہے۔(فتح الباری لابن حجر : ۷/٤۳۰)

n امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری a(م ھ)فرماتے ہیں : ثم قاتل بنی المصطلق وبنی لحیان فی شعبان سنۃ خمس ۔ ''پھر آپ eنے بنو مصطلق اور بنو لحیان سے شعبان پانچ ہجری میں قتال فرمایا ۔''(السنن الکبری للبیہقی : ۹/٥٤، وسندہ، حسنٌ)

غزوۂ احزاب شوال میں ہوا ہے ، لہٰذا امام زُہری aکے نزدیک غزوۂ بنی المصطلق لا محالہ پہلے ہوا ہے ، کیونکہ وہ اسی سال کے ماہ شعبان میں ہوا ہے۔

n امام اسماعیل بن اسحاق القاضی a(م۲۸۲ھ)فرماتے ہیں : اختلفوا فی ذلک ، والأولی أن تکون المریسیع قبل الخندق ، وعلی ھذا فلا اشکال ۔۔۔''لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے ، زیادہ بہتر یہی ہے کہ غزوۂ مریسیع کو غزوۂ احزاب سے پہلے سمجھا جائے ، اس طرح کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ۔''(شرح مسلم للنووی : ٥/٥۳٥، زاد المعاد لابن القیم : ۲/۱۲۸، فتح الباری : ۸/٤۷۲)

n علامہ ابن قیّم a(٦۹۱۔۷٥۱ھ)نے بھی پہلے غزوۂ مریسیع کو اور بعد میں غزوۂ احزاب کو ذکر کیا ہے ۔(دیکھیں زاد المعاد لابن القیم)

n مؤرخِ اسلام علامہ ذہبی a(٦۷۳۔۷٤۸ھ)نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب تاریخ ِ اسلام میں غزوہ ئ مَریسیع کو پہلے اور غزوۂ احزاب کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

n حافظ ابنِ حجر aلکھتے ہیں : فیظہر أنّ المریسیع کانت فی سنۃ خمس فی شعبان لتکون قد وقعت قبل الخندق ، لأنّ الخندق کانت فی شوّال من سنۃ خمس أیضا فتکون بعدھا ۔

''(ان دلائل سے)ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۂ مریسیع شعبان پانچ ہجری میں ہوا تھا ، لہٰذا یہ غزوۂ خندق سے پہلے رونما ہوا ہے ، کیونکہ غزوۂ خندق پانچ ہجری ہی کے شوال میں ہوا تھا ، چنانچہ احزاب بعد میں ہے ۔''(فتح الباری : ۷/٤۳۰)

n عالمِ عرب کے مشہور عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین aلکھتے ہیں : لأنّ غزوۃ الخندق کانت فی شوّال فی السّنۃ الخامسۃ ۔۔۔۔۔ ''بلاشبہ غزوہ ئ خندق شوال پانچ ہجری میں ہی پیش آیا تھا ۔''

(شرح بلوغ المرام للشیخ العثیمین : ٥/۲۹۸)

لہٰذا ان کے نزدیک بھی غزوۂ احزاب بعدمیں اور مریسیع کا واقعہ پہلے پیش آیا ہے۔

n موجودہ دورمیں عالمِ عرب کے معروف ومحقق مؤرخ محمد الغزالی لکھتے ہیں : وکتاب السّیرۃ علی أنّ حدیث الافک وغزوۃ بنی المصطلق کانا بعد الخندق ، لکنّنا تابعنا ابن القیم فی اعتبارھا من حوادث السّنۃ الخامسۃ قبل ھجوم الأحزاب علی المدینۃ ، والتّحقیق یساند ابن القیم ومتابعیہ ۔۔۔۔ ''سیرت کی کتاب میں یہ ہے کہ واقعہ ئ افک اور غزوۂ بنی المصطلق غزوۂ خندق (احزاب)کے بعد ہوئے تھے ، لیکن ہم نے حافظ ابن قیّم aکی پیروی کرتے ہوئے اسے پانچویں ہجری میں غزوۂ احزاب سے پہلے شمار کیا ہے اور تحقیق (بھی)حافظ ابن قیّم اور ان کے پیروکاروں کے موقف کی تائید کرتی ہے ۔۔۔''(فقہ السیرۃ لمحمد الغزالی : ۳۱٦)

n عصرِ حاضر کے ایک اور مؤرخ محمد الخضری نے بھی غزوۂ بنی المصطلق کو غزوۂ احزاب سے پہلے کا واقعہ قرار دیا ہے ۔(نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین لمحمد الخضری : ۱٥۲)

n اردو اور عربی زبان میں معروف کتاب ِ سیرت ''الرحیق المختوم '' کے مصنف مولانا صفی الرحمن مبارکپوری aنے بھی دلائل کے لحاظ سے راجح اسی بات کو قرار دیا ہے کہ غزوۂ مریسیع کو غزوہ ئ احزاب سے مقدم کہا جائے ۔(الرحیق المختوم اردو : ٤٤۲۔٤٤۳)

مذکورہ مؤرخین کے علاوہ بھی بہت سے متقدمین مؤرخین، مثلا ابو عبداللہ محمد بن عمر

الواقدی(م۲۰۷ھ) (مغازی الواقدی : ۱/۴۰۴)،محمد بن سعد بن منیع المعروف ابنِ سعد(۱۶۸۲۳۰ھ)(طبقات ابن سعد : ۲/۶۳)، بلاذری(انساب قریش للبلاذری : ۳۴۱،۳۴۳) ، نیز متاخرین ، مثلاًڈاکٹرمحمد سعیدرمضان البوطی (فق السیر للبوطی : ۲/۹۳) ، ڈاکٹر محمد بن محمد ابو ش(السیر النبوی فی ضوء القرآن والسن : ۱۹۶) ،حسن الساعاتی (الفتح الربانی فی ترتیب مسند احمد : ۱۴/۱۰۹) اورالصابونی(روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام للصابونی : ۲/۱۱۹) وغیر ن بھی غزوئ بنی المصطلق کوشعبان پانچویں جری میں بتایا اور ان ک نزدیک غزوئ خندق پانچویں جری ی ک ما شوال میں پیش آیا تھا ،لِذا بدیٰی بات ک ان ک نزدیک غزوئ مریسیع پل پیش آیا
اس ک ساتھ ساتھ ی بات بھی یاد ر ک جن مؤرخین ن غزوئ مریسیع کو چار جری ک واقعات میں شمار کیا ، بلاشب ان ک نزدیک بھی غزو ئ احزاب اس ک بعد ی پیش آیا ، ان میں س مشور ی یں :
ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی(م۳۴۶ھ)(مروج الذھب : ۲/۲۹۵) ، محمد بن عبدالل بن محمد المعافری ابو بکر ابن العربی المالکی (۴۶۸۵۴۳ھ)(عارض الاحوذی شرح جامع الترمذی : ۷/۱۷۳)
ثابت وا ک غزوئ بنی المصطلق ک غزوئ احزاب ک بعد ون پر اتفاق کا دعوی منکرینِ حدیث کا بدترین جھوٹ ،شاید انوں ن جھوٹ کا عالمی ریکارڈ توڑن کی کوشش کی ، حالانک حقیقت ی ک اس ک بار میں مؤرخین کی آراء مختلف یں اور دلائل کی رو س راجح بات یی ک غزوئ بنی المصطلق کاواقع غزوئ احزاب س پل کا ، کیونک قدیم و جدید مؤرخین میں س محققین ن اسی کو حق و صواب قرار دیا ، نیز صحیح بخاری کی صحت پر عموماًاورحدیثِ افک کی صحیح ون پر خصوصاً امت کا جو اجماع ، و اسی موقف کی تائید کرتا ،جیسا ک حافظ ابن حجر aاور دیگر علمائ امت ن صراحت کر دی
را غزوئ بنی المصطلق کو پل قرار دین پر ی اشکال پیش کرنا ک سید زینب rکا رسولِ کریمeک نکاح میں آن اور پرد کی آیات نازل ون ک واقعات غزوئ احزاب ک بعد ک یں ، پھر ان کا ذکر حدیثِ افک میں کیس آگیا ؟ تو منکرینِ حدیث کا ی اشکال بھی سابق اعتراض کی طرح محض ایک مغالط ی ، کیونک پرد کی آیات ک نزول اور پھر سید زینب rس رسولِ کریم eک نکاح کا واقع بھی راجح مؤقف ک مطابق تین یا چار جری میں غزو ئمریسیع س پل پیش آیا تھا ، جیسا ک ابو عمرو خلیف بن خیاط العصفری (م۲۴۰ھ)(تاریخ خلیف)، ابو عبید معمر بن مثنّیٰ (۱۱۲۲۰۸ھ)(الاستعیاب فی معرف الاصحاب لابن عبد البر : ۲/۹۷، اسد الغاب فی معرف الصحاب لابن الاثیر : ۳/۳۵۷)وغیر ک نزدیک ی واقعات تین جری ک یں ، جبک حافظ ذبی aاور حافظ ابنِ حجر aوغیر چار جری میں بتات یں
حافظ ابنِ حجر aلکھت یں : والحجاب کان فی ذی القعد سن أربع عند جماع ، فیکون المریسیع بعد ذلک ''(نزولِ)حجاب (پرد کاواقع)بت س مؤرخین ک اں ذوالقعد چار جری کا ، یوں ی غزوئ مریسیع ک بعد پیش آیا ''
نیز لکھت یں : فحصّلنا فی الحجاب علی ثلاث أقوال أشھرھا سن أربع
''چنانچ میں نزولِ حجاب ک بار میں تین اقوال مل یں ، ان میں س زیاد مشور قول چار سنِ جری کا ''(فتح الباری لابن حجر : ۷/۴۳۰)
اس ک برعکس پانچ جری میں غزوئ احزاب ک بعد نزولِ حجاب وال قول ک بار میں فرمات یں: وأمّا قول الواقدیّ : أنّ الحجاب کان فی ذی القعد سن خمس ، فمردود
''را واقدی کا ی کنا ک پرد کا حکم ذوالقعد پانچویں جری میں آیا تھا تو ی مردود (کیونک خود واقدی ن ی لکھا ک غزوئ مریسیع شعبان پانچ جری کا واقع ، نیز اس غزو میں انوں ن واقع افک کا بھی تذکر کیا اور اس میں موجود ک اس س پل ی پرد کا حکم نازل و چکا تھا ، پھر واقدی کا واقع افک ک دو تین ما بعد پرد ک نزول کی تاریخ بتانا واضح تناقض)''(فتح الباری : ۷/۴۳۰)
اب قارئین ی بتائیں ک منکرِ حدیث صاحب کا ی کنا کاں تک درست ؟
''دیگر ال علم بھی یی بتات یں اور یی حقیقت بھی ک حضرت زینب غزوئ احزاب ک بعد ی امات المؤمنین میں داخل وئی یں ''(''صحیح بخاری کا

مطالعہ'' : ١/١٦٤)

b کیا منکرینِ حدیث کو سارے محدثین ومحققین مؤرخین کو چھوڑ کر واقدی جیسا ''کذاب '' اور جھوٹا شخص ہی ''اہل علم'' نظر آیا ہے اور سب کو پسِ پشت ڈال کر اسی جھوٹے کی متناقض اور غیر حقیقت بات ہی ''حقیقت '' محسوس ہوئی ہے ، جسے یہ بھی پتا نہیں چلا کہ میں پہلے کیا کہہ آیا ہوں اور بعد میں کیا کہہ رہا ہوں ؟ نیز یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ ''دیگر اہل علم بھی یہی بتاتے ہیں ''، حالانکہ قارئین حافظ ابنِ حجر aکی زبانی یہ معلوم کر چکے ہیں کہ اکثر علمائے کرام کا موقف ''یہی ''ہے کہ پردے کا حکم غزوۂ احزاب سے پہلے کا ہے ۔

اعتراض کرتے ہیں امت کے اجماعی فیصلے صحیح بخاری پر اوربنیاد بناتے ہیں جھوٹ کو ، یہ دیکھ کر بے ساختہ شعر یاد آگیا ہے : ع اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

عقلی اعتراضات

اعتراض نمبر 1 : ''جب ام المؤمنین قضائے حاجت کے لیے گئی تھیں تو حضور eکو اس کا علم کیسے نہ ہوا ؟ ظاہر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ اورآپ کے پاس ہی تو تھیں ۔۔۔۔بہر کیف حضرت عائشہ کے جنگل جانے اور واپس نہ آنے سے حضورِ اکرم eکا بے خبر رہ جانا قطعاً سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے ۔''(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ١/١٤٨)

K : 1 قارئین کرام ! اگر کسی نیم پاگل کی عقل وسمجھ دو اور دو کے چار ہونے کا انکار کر دے تو کیا اس حقیقت کا انکار کر دیا جائے گا ؟ قطعاً نہیں ، بفضل اللہ اس حدیث کی سند و متن پر واقع ہونے والے اصولی و تاریخی اعتراضات کے شافی و کافی جوابات دے کر ہم نے اس کی صحت کو ثابت کر دیا ہے ، اب بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی اختیار کر لے اور میں نہ مانوں کا مصداق بن کر حدیث ِ رسول کی قبولیت کے لیے اپنی عقلِ نارسا کو معیار قرار دینے کی سعی کرے تو یہ اس کی بدبختی ہے ، ہم ایسے بدبختوں سے سوال کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟ ایک آدمی اگرایسا ہی اعتراض قرآنِ کریم پر کر دے ، مثلاً فرمانِ باری تعالیٰ :

(فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ، فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ)(سبا : ١٤)

''جب ہم نے ان (سلیمان u)پر موت کا فیصلہ کیا تو ان (جنوں)کو ان کی موت کی خبر اس زمینی کیڑے (دیمک)نے دی جو ان کی لاٹھی کھا رہا تھا ، جب آپ uگر پڑے تو جنوں کی حقیقت واضح ہوگئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس رسواکن عذاب میں نہ پڑے رہتے ۔''

اس کے بارے میں وہ یہ تبصرہ کرے : ''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا عرصہ سلیمان uبے حس و حرکت کھڑے رہے ، لیکن جنوں کو پتا ہی نہ چلا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں ، حالانکہ اپنی زندگی میں آپ u ہر وقت اور ہرکام میں ان کو مناسب احکام دیتے رہتے تھے ،نیز سستی کرنے والے کو سزا بھی دیتے تھے ، اگر ایک دو دن آپ نے کوئی حرکت نہ کی تھی تو جنوں کو معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے ، وہ بہانے سے قریب آکر ہی دیکھ لیتے کہ کیا ماجرا ہے ، جنوں کی تیزاور شرارتی طبیعت سے کون واقف نہیں ؟کیا اتنے عرصے میں کسی جن نے کوئی غلطی نہ کی تھی ؟ پھر دیمک کے لاٹھی کو چاٹنے اور آپ کے گرنے تک کے دورانیے میں جنوں کو معلوم نہ ہونا عقل سے بالاتر ہے ۔۔۔''

تواس کا منکرینِ حدیث کے پاس کیا جواب ہے ؟ جو جواب وہ منکرینِ قرآن کو دیں گے ، وہی جواب ہم ان کو حدیث ِ افک پر اس اعتراض کا دے دیں گے ۔

2 اسی حدیث کو ہی اگر غور سے پڑھ لیا جاتا تو یہ اعتراض کرنے کی نوبت نہ آتی ، کیونکہ سیدہ عائشہ r بیان فرماتی ہیں : فکنت أحمل فی ھودجی وأنزل فیہ ۔

''میں اپنے ہودج (اونٹ پر رکھی جانے والی چھت دار کاٹھی)میں ہی سوار کی جاتی اور اٹھائی جاتی تھی ۔''

عربوں میں رواج تھا کہ عورتوں کے لیے اونٹ کے اوپر رکھی جانے والی کاٹھی کمرہ نما بناتے تھے ، لہٰذارسول اللہ eکا گمان یہ تھا کہ آپ rاپنے اس کمرے میں چلی گئی ہیں ، اسی لیے آپ نے پورے راستے میں بھی خیال نہیں فرمایا ، اتنی سی بات منکرینِ حدیث کی عقلِ ناقص سمجھ نہیں پائی اور انہوں نے امت کے اجماعی فیصلے صحیح بخاری کو ٹھکرا دیا ہے ۔

انکارِ حدیث سے انکارِ قرآن تک : یاد رہے کہ اس بے ہودہ عقل کا حدیث ِ نبوی میں

استعمال صرف انکارِ حدیث تک نیں،بلک انکارِ قرآن تک بھی پنچا دیتا ، جیسا ک
منکرِ حدیث صاحب صحیح بخاری کی ایک حدیث پر اعتراض کرت وئ لکھت یں :
''عبیدالل کی روایت میں ک ال مک ن کا تھا ، لو نعلم أنّک رسول اللّٰ لو نعلم عربیت ک لحاظ غلط ، صحیح لفظ لو علمنا ''(''صحیح بخاری کا مطالع'' : ۱/۷۳)
غور کریں ک منکرِ حدیث ن انکارِ حدیث ک جوش میں وش کھو کر قرآنِ کریم کا بھی انکار کر دیا ، کیونک بالکل ی الفاظ لو نعلم قرآنِ کریم (آل عمران : ١٦٧)میں بھی موجود یں ، معاذ الل منکرینِ حدیث الل تعالیٰ کی کلام کو عربیت ک لحاظ س غلط قرار د کر کفر ک مرتکب وچک یں ، اس بات س ر عقل مند انسان بخوبی سمجھ سکتا ک انکارِ حدیث دراصل انکارِ قرآن ۔
ی منکرِ حدیث صاحب صحیح بخاری کی اجماعی طور پر صحیح تفسیری روایات کو غلط قرار د کر جابجا اپنی تفسیر ''مفتاح القرآن '' ک مطالع کی دعوت دیت رت یں ، قارئین کرام اتنی سی مثال س ی ان کی عربی دانی ، قرآن فمی اور تفسیری صلاحیت کا انداز کر سکت یں ، نیز ان کی طرف س امام بخاری aوغیر پر قرآن فمی ک حوال س کی گئی اس بکواس کی حیثیت بھی معلوم کر سکت یں ک : ''ر زری س ل کر بخاری وغیر تک اس روایت کرن وال محدثین تو ان غریبوں کو بس شیخ س سنی وئی سندیں اور حدیثیں یا د کر لین ، لکھ لین اور پھر روایت کرن ک مشغل ن اتنی فرصت ی ن دی تھی ک قرآن کو سمجھ بوجھ کر پڑھت کیا ی غضب کی بات نیں ک تمام حفاظِ قرآن جانت یں اور تمام مصاحف میں لکھا اور چھپا وا ''(''صحیح بخاری کا مطالع'' : ۲/۳۰۵)
قارئین کرام انصاف س فیصل فرمائیں ک انکارِ حدیث ن منکرینِ حدیث کو قرآن سمجھ بوجھ کر پڑھن کی فرصت نیں دی یا اتمامِ حدیث ن محدثین کو فرصت نیں دی ؟ کیا ی غضب کی بات نیں ک لو نعلم تمام حفاظ کو یاد اور تمام مصاحف میں لکھا اور چھپا وا ، پھر بھی منکرینِ حدیث اس عربیت ک لحاظ س غلط قرار د ر یں ، ن معلوم ان کا قرآن کو نسا ؟ (معاذالل!)جس میں ی ''غلطی ''نیں ؟
محدثین اور اسلافِ امت ک خلاف زبان درازی کرن وال بدباطن شخص کو الل تعالیٰ اسی طرح رسوا فرمات یں ؟لٰذا صحیح بخاری پری اعتراض رتی دنیا تک منکرینِ حدیث کے ماتھ میں کلنک کا ٹیکا ، جس دیکھ کر قیامت تک آن وال لوگ ان کی ب وقوفی کی داد دیت ریں گ ان شاء الل !
تُف اس شخص پر جو ایس جال مطلق اور محرّفِ قرآن کو ''مفسّر قرآن '' ک لقب س نوازتا ۔
اعتراض نمبر 2 : ''مدین منور میں جب تک گھروں میں پاخان تعمیر نیں کی گئ تھ، عورتیں رات ک وقت قریبی جنگل میں قضائ حاجت ک لی جایا کرتی تھیں ، ازواجِ مطرات بھی جاتی تھیں ، مگر تنا نیں ، ساتھ میں کوئی خادم ضرور وتی تھی اگر ی مان بھی لیا جائ ک ام المؤمنین ک علاو لشکرِ اسلام میں کوئی عورت نیں تھی یا تھیں ، لیکن آپ کی قیام گا س دور تھیں تو طبعاً ام المؤمنین خودحضورِ اکرم eس اپن ساتھ چلن کو کتیں ، ان کا اندھیری رات میں پڑاؤ س تنا بار جانا بعید از امکان ''
(''صحیح بخاری کا مطالع'' : ۱/۱٤۸١٤۹)
1 : K قرآنِ کریم میں سید مریم[کا قص مذکور ک جب ان کو ایک حاجت پیش آئی تووہ اکیلی قوم س دور چلی گئیں ، پھر اکیلی واپس آئیں ، اگر مریم [کا اکیل چل جانا کسی منکرِ قرآن کی عقل میں ن آئ اور و اس ناممکن قرار د کر قرآن کا انکار کر د تو منکرینِ حدیث ک پاس اس کا کیا جواب ؟ اگر ی قرآنی واقع منکرینِ حدیث کو ضم و جاتا تو بھلا حدیثِ نبوی کی صورت میں اسی قرآن کی تشریح و توضیح ی آخر ان ک حلق میں کیوں اٹکتی ؟
2 مدین میں رت وئ جب قضائ حاجت ک لی عورتیں جاتی تھیں توانیں بار جنگل میںجانا پڑتا تھا اور جنگل دور وتا تھا ،اس لی کچھ عورتیں مل کر نکلتی تھیں، جبک اس حدیث ک مطابق سید عائشr اتنی دور گئی ی نیں تھیں ک ساتھ کسی کو ل کر جان کی ضرورت محسوس وئی، کیونک لشکر کا پڑاؤ جنگل میں ی وا تھا اور سید عائش

rزیادہ دور گئی ہی نہ تھیں ، جیسا کہ خود اسی حدیث میں ان کا اپنا بیان ہے :
فمشیت حتی جاوزت الجیش ''میں چلی حتی کہ میں نے لشکر کو عبور لیا ہ''
نیز خود منکرِ حدیث صاحب نے بھی لکھا ہے : ''قضائے حاجت کے لیے پڑاؤ سے زیادہ دور تو آپ گئی نہ ہوں گی ہے۔''(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ۱/۱٤۹)
جب دور نہ گئی تھیں تو اعتراض کس بات پر ؟ اتنی سی بات منکرینِ حدیث کی عقلِ نارسامیں نہیں آسکی اور انہوں نے امام بخاری سمیت تمام علمائے اُمت کو مطعون کرنا شروع کر دیا ہے ۔
اعتراض نمبر 3 : ''کتنی ہی لاغر و نحیف اور دھان پان سہی ، بہر حال ام المؤمنین کوئی سوئیں تاگا نہ تھیں کہ کسی کو ان کے باہر جانے کا علم ہی نہ ہوتا ، جب کہ کوچ کا وقت قریب تھا اور پورا لشکر کوچ کے لیے جاگا ہوا تھا اور حضور eکی قیام گاہ لشکر کے قلب و وسط میں ہوتی تھی ، پس یہ کیسے ممکن ہے کہ قلبِ لشکر میں لگے ہوئے خیمے سے کوئی عورت نکل کر جنگل کی طرف جائے اور سب کے جاگنے کے باوجود کسی کو نظر نہ آئے!''(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ۱/۱٤۹)
F : 1 رات کے وقت پاس سے گزرنے والے کا علم دوسروں کو نہ ہونا عقلِ سقیم کے خلاف تو ہو سکتا ہے ، عقلِ سلیم کے نہیں ، خصوصاً جب کہ رات چاندنی نہ ہو اور ہر طرف اندھیرا ہو؟ جن مؤرخین نے اس غزوے کے حوالے سے ماہِ شعبان کے ساتھ ساتھ دن یا تاریخ کا ذکر کیا ہے، انہوں نے یہی لکھا ہے کہ اس غزوے سے آپ کی واپسی اس وقت ہوئی جب ماہِ شعبان کے اختتام میں صرف دو دن باقی تھے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات بھی اندھیری تھی ، پھر اگر کسی نے نہیں دیکھا تو کونسا عجوبہ ہے ؟
2 اگر کسی نے دیکھا بھی تھا تواس کے خیال میں آپ rواپس آگئی تھیں ، کیونکہ دیر تو آپ کو ہار کے گم ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی ، کسی کو یہ علمِ غیب تو تھانہیں کہ آپ کا ہار گم ہو گیا ہے اور وہ اسے تلاش کر رہی ہیں !
اعتراض نمبر 4 : ''قضائے حاجت کے لیے پڑاؤ سے زیادہ دور تو آپ گئی نہ ہوں گی ، جب لشکر نے کوچ کیا ہوگا ، اونٹ بلبلائے ہوں گے ، لوگ باہم بول چال رہے ہوں گے اور رات کے سناٹے میں ان کے کوچ کرنے کی آواز تو دور دور تک پہنچی ہو گی ، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ام المؤمنین کو اس کا پتہ نہ چلا ہو کہ اب لشکر کوچ کر رہا ہے ہے۔واللہ یہ بالکل عقل سے خارج بات ہے کہ ام المؤمنین کو لشکر کی روانگی کا پتہ نہ چلے اور وہ ہار تلاش کرتی رہیں اور لشکر کوچ کر جائے ہے۔''(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ۱/۱٤۹)
F : قارئین کرام !جس بے عقل کی ''عقل ''میں قرآنِ کریم میں موجود فرمانِ باری تعالیٰ لو نعلم نہ آئے اور وہ اسے عربیّت کے لحاظ سے غلط قرار دے کر اپنی بے علمی اوربے عقلی کا پورا پورا ثبوت خود دے دے ، اس کی عقل سے اگر یہ حدیث خارج ہو جائے تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ، حالانکہ عام تجربے کی بات ہے کہ اچانک پیش آنے والی کسی عام پریشانی میں بھی انسان کو ساتھ بیٹھے انسان کی وہ بات نہیں سنتی جو خاص اسی سے کی جارہی ہو ، پھر نہایت بیش قیمت ہار اچانک گم ہو جانے کے بعد دور سے آنے والی عام آواز نہ سننے پر اعتراض کرنا بہت بڑی حماقت ہی ہو سکتی ہے !
اعتراض نمبر 5 : ''نمازِ فجر سے پہلے کوچ ہوا ، راستے میں آپ یقینا نمازِ فجر کے لیے رکے ہوں گے ، پورا لشکر رکا ہوگا ، اگر ام المؤمنین رہ گئی ہوتیں تو کیا اس وقت حضورِ اکرم eکو ان کی گم شدگی کا علم نہ ہو جاتا ؟ سخت حیرت کی بات ہے کہ حضورِ اکرم eکو نہ راستے میں اس کا علم ہو، نہ نمازِ فجر پڑھنے کے لیے اترنے پر پتہ چلے ، نہ بعدِ نماز روانہ ہوجانے کے بعد تمام راستے اس کا احساس ہو ہے۔
اگر کوئی کہے کہ یہ ممکن ہے تو پھر محال و ناممکن بے معنیٰ بات ہے ، تب تو دو اور دو کا پانچ ہونا اور دو نقیضوں کا جمع ہوجانا بھی ممکن ہو گا ہ''('' صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ۱/۱٤۹۔۱۵۰)
F : سخت حیرت کی بات ہے کہ منکرینِ حدیث کی عقل میں اتنی بات بھی نہیں آئی ، اگر ان کی عقل کبھی ٹھکانے ہو تو کوئی اُن کو بتائے کہ سیدہ عائشہ rنے نماز یا تو اپنے خیمے میں پڑھی ہوگی یا پھر عورتوں کی صف میں جو سب سے آخرمیں ہوتی ہے ، وہاں اداکی ہوگی، کیونکہ حدیثِ رسول ہے :
عن أبی هریرہ رضی اللّٰہ عنہ قال : قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : خیر صفوف الرّجال أوّلها وشرّها آخرها ، وخیر صفوف النّساء آخرها وشرّها أوّلها ۔

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، مردوں کی صفوں میں سے بہترین صف سب سے پہلی اور سب سے بری (ثواب میں کم)سب سے آخری صف ہے ، جبکہ عورتوں کی صفوں میں سب سے بہترین صف آخری اور سب سے بری (ثواب میں کم)پہلی صف ہے۔''(صحیح مسلم : ٤٤٠)

نیز حدیثِ نبوی ہے : عن أمّ سلمۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت : کان یسلّم فینصرف النّساء ، فیدخلن بیوتھن من قبل أن ینصرف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ۔''سیدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں فوراً واپس جا کر (مقتدیوں کی طرف)آپ کے چہرہئ مبارک پھیرنے سے پہلے اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں ۔''(صحیح بخاری : ٨٥٠)

لہٰذا جس طرح حدیثِ نبوی میں طریقہ موجود ہے ، اسی طرح فوراً نماز ختم ہوتے ہی سیدہ عائشہ rاٹھ کر اپنی سواری کے اوپر پڑے ہودج میں داخل ہو گئی ہوں گی ۔

مزید برآں رسولِ کریم eفجر کی نماز اندھیرے میں ادا فرماتے تھے ، جیساکہ :

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت : ان کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لیصلّی الصّبح ، فینصرف النّساء متلفّعات بمروطھن ، ما یعرفن من الغلس ۔

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ، بیان کرتی ہیں کہ اس بات میں کچھ شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرماتے تو عورتیں فوراً چادروں میں لپٹی ہوئی واپس چلی جاتیں ،وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں ۔''(صحیح بخاری : ٨٦٧، صحیح مسلم : ٦٤٥)

لہٰذا اس حدیث میں بیان کیے گئے معمول کے مطابق یقیناآپ eنے نمازِ فجر اندھیرے میں ادا کی گئی ہو گی ، اس لیے یہ خیال نہ فرمایا کہ سیدہ عائشہ rکیوں نظر نہیں آئیں ۔

اتنی سی سمجھ بھی منکرینِ حدیث کو نصیب نہیں ہوئی ، پھر بھی وہ اعتراض کرتے ہیں امام بخاری aپر جو کہ بالاتفاق امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں ،اس پر اعتراض کرنا اڑھائی + اڑھائی کے پانچ ہونے پراعتراض کرنے کے مترادف ہے ۔

اعتراض نمبر 6 : ''بالفرض حضورِ اکرم eاور ابو بکر tاور دیگر حضرات کو نمازِ فجر کے لیے اترنے پر بھی حضرتِ عائشہ rکی گم شدگی کا علم نہ ہوا اور راستے میں بھی پتہ نہ چل سکا ااور مان لیجیے کہ اگلی منزل پر پڑاؤ کرنے کے بعد بھی علم نہ ہوا اور اب بھری دوپہر میں صفوان انہیں اپنے اونٹ پر سوار کیے ہوئے لائے ہیں۔تو کیا یہ بات ایسی تھی کہ نبی eحضرتِ عائشہ rسے پیچھے رہ جانے کی وجہ دریافت نہ فرماتے اور حضرت ابو بکر tجو بہت سریع الغضب تھے ، یعنی انہیں ناگوار بات پر جلد غصہ آجاتا تھا ، اپنی بیٹی پر ناراض نہ ہوتے ، لیکن نہ رسول اللہ eنے حضرت عائشہ rسے کچھ پوچھا نہ حضرت ابوبکر tنے کچھ کہا، جیسا کہ زہری کی بیان کردہ داستان سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ rسے اس سلسلے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کی گئی ، ان وجوہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ داستان شروع سے آخر تک قطعاً غلط ہے ۔۔۔۔''
(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ١/١٥٠۔١٥١)

K : قارئین ! آپ پوری حدیثِ افک پڑھ جائیں ، آپ کو صراحتاً یا اشارۃً ،کسی طریقۃً سے بھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ سیدہ عائشہ rسے اس بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا گیا ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میںسیدہ عائشہ rسے ضرورکوئی پوچھ گچھ ہوئی ہوگی اور ان کے عذر کو سن کر ڈانٹ ڈپٹ نہ کی گئی ہو گی، نیز منافقین نے جو سارا پروپیگنڈا کیا ، اس کا اظہار فوراً نہیں ہوا ، نہ اس کی خبر اسی وقت رسولِ کریم eاور سیدنا ابو بکر tتک پہنچی تھی کہ وہ عائشہ rسے برہم ہوتے ، مزید برآں تیمم کی مشروعیت والی حدیث میں سیدہ عائشہ rکے ہار کے گم ہوجانے کی وجہ سے سیدنا ابو بکر tجو برہم ہوئے تھے ، اس کے بعد آیاتِ تیمم نازل ہو گئیں تو سیدنا اسید بن حضیر tنے فرمایا تھا : ما ھی بأوّل برکتکم یا آل أبی بکر ۔

''اے ابو بکر کی اولاد! یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے ۔''(صحیح بخاری : ٣٢٧، صحیح مسلم : ٣٦٧)

لہٰذا اس وقت سٰ سیدنا ابو بکر tمعلوم کر چکے تھے کہ میری بیٹی عائشہ rسے اگر کوئی ایسا کام سرزد ہوتا ہے جو بظاہر ناگوار محسوس ہوتا ہو تو اس میں بھی کوئی خیر و بھلائی ہی مضمر ہوتی ہے ، اس لیے وہ اب برہم نہ ہوئے ۔

جاری ہے bbbbbbb